جبینِ شوق

رئیسہ عزیز

میں نقشِ پا پہ ان آنسوؤں کو بھی سجدہ کرنا سکھا رہی ہوں

میں حج کی سعادت سے محروم ہوں۔ میری آنکھیں انوارِ الٰہی کے ان جلوؤں سے محروم ہیں جو مسجدِ حرام اور خانہ کعبہ کا احاطہ کیے رہتے ہیں۔

میں نے کبھی احرام نہیں باندھا' کبھی طواف نہیں کیا' کبھی سعی نہیں کی۔ نہ حجرِ اسود کو بوسہ دیا ہے' نہ غلافِ اطہر کو آنکھوں سے لگایا ہے' نہ خانۂ خدا کے درِ مستجاب پر سجدہ ریزی کی ہے' نہ زم زم سے تشنگی بجھائی ہے۔

وہ قافلے' وہ کارواں جو حج کی سعادتوں سے جھولیاں بھر کر عازمِ بطحا ہوتے ہیں' مجھے ان میں سے کسی کی ہمرکابی کا شرف حاصل نہیں ہوا' میں نے مدینۃ النبی کی گلیوں میں آبلہ پائی نہیں کی' روضہ نبی کے حضور دست بستہ درود و سلام کے پھول نچھاور نہیں کیے ہیں۔

وہ سبز گنبد' وہ سفید مینار' وہ بلند دروازے' وہ ستونوں کی قطاریں' وہ محرابیں' وہ منبر' وہ زمردیں جالیاں' جو روضہ حبیب کبریاؐ کا احاطہ کیے ہوئے ہیں' میں تادمِ تحریر ان کے دید کی سعادت و شرف سے محروم ہوں۔ لیکن تقدیر اور تدبیر کی کشمکش سے بالاتر' میرے جسم خاکی میں ایک روح بھی ہے۔ ان گناہگار آنکھوں سے سوا ایک چشمِ تصوّر بھی ہے۔ مجبوری اور معذوری کی زنجیروں سے آزاد ایک نعمتِ تخیل بھی ہے۔

اور اپنی اسی پیاسی روح' اسی چشمِ تصوّر اور اسی نعمتِ تخیل کے سہارے میں ہر اُس قافلے کے ہمراہ ہوتی ہوں جو عازمِ بیت اللہ ہوتا ہے۔

نگاہِ شوق میں خانۂ خدا کا تصوراتی خاکہ حقیقت سے قریب تر ہوتا ہے۔ وہ جو لَاتُدرِکُہ الاَبصَار بھی ہے' واَقربُ اِلَیہ مِن حَبلِ الوَرِید بھی۔ اسی کے نام کے ساتھ وابستگی نے تو خانہ کعبہ' غلافِ

کعبہ اور اطراف کو عظمت و جلال کا ایسا عنوان بنا دیا ہے کہ دلوں کی دنیا تہ و بالا ہوئی جاتی ہے۔

لرزاں و ترساں میں طواف کرتی ہوں' سعی بھی کرتی ہوں۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیتی ہوں' ربِ کریم کی چوکھٹ پر سر جھکا کر آہ و زاری بھی کرتی ہوں۔ اپنی کم مائیگی' اپنی بے بسی' اپنے دکھ درد' اپنی حاجتیں' اپنی محرومیاں' اپنے گناہ' اپنی بے عملی' سب کچھ اسی ربِ بزرگ و برتر کے درِ مستجاب پر ڈھیر کر دیتی ہوں۔

وہ جو رب ہے' معبود ہے' سمیع و بصیر ہے' علیم و خبیر ہے۔ وہ جو سنتا ہے پکارنے والے کی پکار' اور وہ جو رگِ گلو سے بھی قریب تر ہے۔

اس کی چوکھٹ سے جب سر اٹھاتی ہوں تو بارِ عصیاں کی سرگرانی باقی نہیں رہتی۔ اپنی بے نوائی' بے بسی اور بے کسی کا کرب باقی نہیں رہتا' اپنی محرومیوں کا اضطراب باقی نہیں رہتا۔

ربِّ ذوالجلال کی عظمت اور اس کے اقتدارِ اعلیٰ کی مظہر یہ چہار دیواری' جو خدا کا گھر ہے۔ اس کی دید سے بصیرت اور بصارت کو سیراب کرتی ہوں تو دلِ حزیں یہ پکار اٹھتا ہے کہ بندگی ربّ کے تقاضے پورے ہوں تو یہ دلِ حزیں بھی خانۂ خدا ہے۔ وہ مظہرِ شانِ کبریا ہے' یہ مسکنِ نورِ یزداں ہے۔

بندگی اور وابستگی کے احساس سے سرشار ہو کر' عطربیز ہواؤں کے دوش پر میرا تصوّر مجھے کشاں کشاں بطحا لیے چلتا ہے' تو میں عقیدت کے پھول اور عشقِ نبی کی کلیاں چنتی جاتی ہوں۔ گلہائے عقیدت کی ان مالاؤں کے ساتھ جب صحنِ مسجدِ نبویؐ تک پہنچتی ہوں' تو ایک لمحہ کے لیے رُک کر اس رُوح پرور منظر سے اپنی تشنہ کامی کو سیراب کرتی ہوں۔

یہ محرابیں' یہ ستون' یہ فرشِ مرمریں' یہ بام و در' یہ زمردیں جالیاں' یہ منبر' یہ نقش و نگار' یہ روشن قمقمے' یہ جگمگاتے فانوس' یہ جھلملاتی روشنیاں --- مسجدِ نبوی کا ہر ہر گوشہ' عقیدت مندوں کے ذوقِ جمال کا مظہر ہے۔

لیکن مرکزِ انوارِ الٰہی ان برقی قمقموں اور آرائش و زیبائش کا مرہونِ منت نہیں۔

یہ آرام گاہِ سرکارِ دو عالم ہے۔

جس نے معرفت کی قندیلوں سے سارے عالم کو منوّر کیا۔

جس کی نبوت اور رسالت نے بندوں کا رشتہ اپنے معبود سے استوار کیا۔

جو خاتمِ نبوت ہے' جس پر اللہ نے دین کی تکمیل کی۔

جو محبوبِ رب العالمین ہے۔

جو صاحبِ معراج بھی ہے اور معراجِ انسانیت بھی۔

جو امین ہے پیغامِ حق کا اور جس پر رَبِّ ذوالجلال اور اس کے فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں۔

یہاں کا تو ہر ذرہ رشکِ آفتاب ہے کہ یہ ذرّے بھی نقشِ کفِ پائے رسولؐ کے امین ہیں۔

اس مَرمَریں فرش تلے وہ ذرّے آج بھی جگمگا رہے ہوں گے جنھیں قدم بوسی کا شرف حاصل تھا۔ وہ ذرّے جنھوں نے پیشانی اَقدس کو دَورانِ سجود بوسہ دیا ہو گا' وہ ذرّے جو طویل قیامِ لیل میں قدموں سے لپٹ لپٹ گئے ہوں گے' وہ ذرّے جنھوں نے اُمّت کے لیے اشکِ گہربار کے آبدار موتی اپنے اندر جذب کر لیے ہوں گے۔

اے نقشِ کفِ پائے رسولؐ کے امینو --- کہاں ہو تم ؟؟!!

روضۂ رسول کے سامنے میری روح ماہیِ بے آب اور میرا قلب مرغِ بسمل ہے۔

اے قلبِ مضطر' اے روحِ مجروح' اے آہِ نارسا' فرطِ ضبط کے بند توڑ کر سیلِ رواں بن جانے والے آبگینو! ٹھہر جاؤ' رُک جاؤ۔ میری پلکوں کے آبی پردوں کے پس پردہ جو منظر ہے اسے دیکھ لینے دو۔ یہ آبی پردے ٹوٹ گئے تو وہ منظر گم ہو جائے گا' وہ سرمایہ کھو جائے گا' وہ حقیقت اوجھل ہو جائے گی جو رنگ و نور کا غبار بن کر ابھر رہی ہے۔ اس تصوّر کا تسلسل بکھر جائے گا جو روشن ماضی کے دھندلکوں سے ابھر رہا ہے۔

کچی اینٹوں اور مٹی کے گارے سے بنا ہوا ایک مختصر سا حجرہ' جس کے انتصار پر ساری دنیا کی وسعتیں قربان ہیں۔ کمزور سی دیواریں جن کی درزوں سے دھوپ اندر آتی ہے۔ اس حجرے میں ایک ہی دروازہ ہے' جس میں نہ چوکھٹ ہے نہ پٹ ہیں۔ ایک کمبل آویزاں ہے۔ یہی پردہ ہے' یہی آرائش ہے اور یہی دروازہ ہے۔

یہ حجرہ جو سامانِ زیست کے جملہ لوازمات سے یکسر خالی ہے۔ لکڑی کا ایک پیالہ' چمڑے کا گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے' بان کی ایک چارپائی' ٹاٹ کا ایک ٹکڑا اور ایک چٹائی۔ یہی کُل گرہستی ہے۔

یہی تو وہ حجرہ ہے جو نورِ نبوّت سے جگمگا رہا ہے۔ لیکن چالیس چالیس راتیں ایسی گزر جاتی ہیں کہ چراغ روشن کرنے کے لیے تیل میسر نہیں۔

اس حجرے میں سامانِ خورد و نوش کہیں نظر نہیں آ رہا ہے کہ مٹھی بھر جَو اور چند کھجوریں۔ ہوئیں ہوئیں نہ ہوئیں تو نہ ہوئیں۔ مہینوں چولہے میں آگ روشن نہیں ہوتی کہ فقر و فاقہ ہی شعارِ سرورِ کونین ہے۔

میری پلکوں پر آبی پردے لرز کر بکھر جاتے ہیں۔ بند آنکھوں میں یہ منظر سمیٹے میں چند لمحوں کے لیے اپنے گردوپیش سے بے خبر ہو جاتی ہوں۔

آنکھیں کھلتی ہیں تو ہرسو وہی رنگ و نور کا سیلاب ہے' وہی روشن قندیلیں ہیں' وہی جگمگاتے فانوس ہیں' وہی نقش و نگار ہیں' وہی منبر و محراب ہیں' اور وہی انبوہِ عاشقانِ رسولؐ ہے' گریہ و زاری ہے' درود و سلام ہے' موذن کی پکار اور نمازیوں کی صفیں ہیں۔

وہ حقیقت بھی برحق ہے اور پیشِ نظر یہ مناظر بھی برحق ہیں۔ لیکن ان دونوں میں جو تعلق اور رابطہ ہونا چاہیے مجھے اس کی جستجو ہے۔ میری نگاہوں میں وہ منظر ابھرتا ہے کہ ولید بن عبدالملک کے حکم پر مسجدِ نبوی کی توسیع کے لیے حجراتِ ازواج النبیؐ اور نبی مکرمؐ کے حجرے منہدم کیے جا رہے ہیں اور شہرمدینہ میں کہرام مچا ہوا ہے۔ ہر فرد بے قرار ہے' ہر دل بے قرار ہے' ہر آنکھ اشکبار ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ کی آواز میرے کانوں میں گونجتی ہے کہ "کاش! رسولِ خدا کے حجروں کو بحال رہنے دیا جاتا' تاکہ لوگ دیکھا کرتے کہ شہنشاہِ دو عالم اور آپؐ کے اہلِ بیت نے اس دارِ فنا میں حیاتِ مستعار کس طرح گزاری"۔

حضرت سعید بن مسیبؒ کی یہ آرزو ہی شاید میری جستجو کی منزل ہے۔ انہدامِ حجرۂ نبیؐ کا کرب میری روح کا آزار بن جاتا ہے۔ اس کرب کو میں اپنے آپ میں سمیٹ لیتی ہوں' کہ چشمِ خونناب میں ایک اور خاکہ ابھرتا ہے۔

حضرت حفصہؓ اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ سے فرماتی ہیں کہ "جب دیار و اَمصار سے مالِ غنیمت آیا کرے تو اس سے بہتر لباس زیب تن کیا کیجیے اور اس کھانے سے عمدہ کھانا تناول فرمایا کیجیے۔"

حضرت عمر فاروقؓ انھیں جواب دے رہے ہیں:

حفصہؓ! شوہر کا حال بیوی سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ تم حضور نبی کریمؐ کا حال خوب جانتی ہو۔ تمھیں خدا کی قسم ہے' بیان تو کرو کہ حضورؐ پر کتنے برس ایسے گزرے ہیں کہ آپؐ اور آپؐ کے اہلِ بیت اگر صبح کو سیر ہو کر کھانا کھاتے تو رات کو بھوکے رہتے' اور اگر رات کو آسودہ ہو کر کھاتے تو دن کو بھوکے رہتے' اور تمھیں قسم ہے خدا کی' تم جانتی ہو کہ فتح خیبر کے دن تک کئی برس آپؐ کو پیٹ بھر کر چھوارے بھی نصیب نہیں ہوئے تھے۔ اور تمھیں قسم ہے خدا کی' تم جانتی ہو کہ ایک دن خوان میں آپؐ کے سامنے کھانا رکھا گیا تو آپؐ کو یہ امر ایسا غیر مستحسن معلوم ہوا کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حتیٰ کہ آپؐ کے ارشاد کے مطابق کھانا زمین پر رکھ دیا گیا۔ اور تمھیں قسم ہے خدا کی' تم جانتی ہو کہ جب آپؐ سوتے تو کملی کے دو تہ کرکے سوتے تھے۔

ایک دن چار تہ کرکے کملی بچھا دی گئی۔ وہ زیادہ نرم ہو گئی' تو دوسرے دن آپؐ نے فرمایا' رات کو اس کی نرمی نے مجھے نمازِ شب سے باز رکھا' دو سے زیادہ تہیں نہ بچھایا کرو۔ اور تم جانتی ہو کہ آپؐ کپڑے دھونے ہی میں مصروف ہوتے' یہاں تک کہ بلالؓ اذان کہہ دیتے۔ لیکن جب تک وہ کپڑا خشک نہ ہو جاتا آپؐ باہر نہ نکل سکتے' کیونکہ آپؐ کے پاس دوسرا کوئی کپڑا نہ تھا۔

حضرت حفصہؓ کہہ رہی ہیں کہ ہاں میں یہ سب جانتی ہوں۔ اور پھر دونوں زار و قطار روتے ہیں۔ اور روتے روتے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ خلافت کی امانت کے امین' سکھ اور آسودگی کے تمام لوازمات سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ یہی عشقِ نبیؐ کا وہ جذبہ صادق ہے جس نے آپ کو فاروق اعظم بنا دیا ہے۔

صبر و رضا' سادگی اور پیروی رسولؐ کا یہ منظر۔ شاید یہی میری جستجو کی منزل ہے۔

نورِ نبوّت مسجد سے طلوع ہوتا ہے۔ چہرہ مبارک پر فاقوں کا اثر نمایاں ہے۔ کچھ دُور جاتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ آ ملتے ہیں۔ چہرے کا اِضمحلال صاف شہادت دے رہا ہے کہ کیفیت آپ کی بھی مختلف نہیں۔ دونوں کچھ آگے بڑھتے ہیں تو حضرت عمرفاروقؓ بھی ہم قدم ہو جاتے ہیں۔ کیفیت آپ جناب کی بھی وہی ہے جو سرکار دو عالمؐ اور حضرت ابوبکرؓ کی ہے۔

تینوں حضرات ابو طلحہؓ کے گھر کا رخ کرتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہؓ تواضع کے لیے ایک بھیڑ ذبح کرتے ہیں۔ اس کو بھونتے ہیں اور روٹی کی ساتھ یہ تازہ پکا ہوا گوشت پیش خدمت کرتے ہیں۔ اس ضیافت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم روٹی پر چند بوٹیاں رکھ کر فرماتے ہیں "یہ فاطمہؓ کو بھیج دو۔ اس کو بھی آج تیسرا فاقہ ہے"۔

ان آنسوؤں کو اب بہنے نہ دوں گی' نہیں تو یہ مناظر ٹوٹ کر بکھر جائیں گے۔

یہ دولتِ بے بہا اپنی آنکھوں میں سمیٹے' میں روضہ نبیؐ پر الوداعی نگاہ ڈالنا چاہتی ہوں۔ رخصت کی اجازت لینا چاہتی ہوں۔

میرے دل و دماغ میں ایک حشر برپا ہے' میرا ہر نفس سوالی ہے' کہ حیاتِ نبوی کے کون کون سے پہلو ان آرائشوں اور زیبائشوں نے نگاہ سے اوجھل کر دیے ہیں ؟

سیرت النبیؐ کے صرف چند اوراق ہی ہمارے ہاتھوں میں رہ گئے ہیں۔ وہ مکمل صحیفۂ زندگی کہاں ہے؟

یہ فانوس تو روشن ہوتے رہیں گے اور انھیں روشن ہونا ہی چاہیے۔ وہ مشعلیں دوبارہ روشن کس طرح ہوں گی ؟

میری واپسی کا سفر ان قافلوں کے ساتھ نہیں ہوتا جن کے ساتھ میں آتی ہوں۔ بے شمار سوالوں کا ہجوم میرا ہم سفر ہوتا ہے۔

پر پرواز آنسوؤں سے بوجھل ہے، اور وہ پیاسی روح، وہ چشم تصوّر، وہ نعتِ تخیل، وہ جبینِ شوق، سب دامن گیر ہیں کہ بدر واحد اور طائف و حنین سے ہو کر گزرنا ہے۔

تحفۂ خصوصی

خرم مراد کے قلم سے

راہِ خدا میں کام کرنے والوں کے لیے بیش بہا تحائف

تربیت کی پہلی منزل

سورۃ المزمل کی آیات ۱ - ۱۱ کا پیغام: پہلے بنیادی تربیتی کورس ـــــ قیام لیل، تلاوت قرآن، ذکر و اخلاص کا بیان ـــــ ۲۷۵ روپے سینکڑہ

عہدِ وفا اور وفائے عہد

سُورۃ الفتح کی آیات ۱ - ۸ کا پیغام، جو عہد ایمان و بندگی اور اُس کی وفا، اس عہد سے بے وفائی کی سزا، اور وفا کے اجر کا بیان ـــــ ۲۰۰ روپے سینکڑہ

قربِ الٰہی کے آسان طریقے

جو ایک سال میں ۸۰ ہزار شائع ہوا ـــــ ۱۷۵ روپے سینکڑہ

استقبالِ رمضان

جو تین سال میں ۹۲ ہزار شائع ہوا ـــــ ۲۷۵ روپے سینکڑہ

منشورات: احمد رضا، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور